محمود العاقبت شد احمد

۱۰۵۹ھ ہجری

اب تعجب کی بات یہ ہے کہ جب احمدؒ معمار کا انتقال ۱۰۵۹ھ ہجری میں ہو چکا تھا تو وہ ۱۰۸۴ء میں مارگلہ کس طرح پہنچ گیا؟ ہمارے ذہن نے اس کا حل یوں پیش کیا ہے۔ مآثر عالمگیری سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب کے کیمپ میں ایک شخص لطف اللہ نامی بھی ۱۰۸۴ھ ہجری میں موجود تھا یا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا سوائے لطف اللہ پسر احمدؒ معمار جن کے دو صاحبزادے اور بھی تھے بنام عطاء اللہ اور نور اللہ۔ استاد احمدؒ معمار کے تینوں صاحبزادے مہندس ہونے کے علاوہ علم ہیئت اور شعر و شاعری میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہ کام مارگلہ میں سڑک کی مرمت کا لطف اللہ نے ہی سر انجام دیا ہو۔ کتبہ میں احمدؒ معمار کے لفظ سے پہلے کچھ جگہ خالی پڑی ہے جس میں گرے ہوئے الفاظ کے نشانات موجود ہیں اور یہ ہمارے والے فوٹو سے بخوبی ظاہر ہے اس خلاء میں ہماری دانست کے مطابق دو اور الفاظ موجود تھے اور وہ یہ تھے

"پور استاد"

لطف اللہ کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے کو بسا اوقات پور استاد احمدؒ معمار لکھتا تھا اور کبھی ابن استاد احمدؒ معمار بھی لکھ دیتا تھا۔ چنانچہ اپنی ایک رباعی میں لطف اللہ لکھتا ہے: ع

منکہ ہستم فقیر لطف اللہ بمہندس شہیر در افواہ
خاکپائے ہنروران کبار پور استاد احمدؒ معمار

ہوشنگ غوری کا مقبرہ جو مانڈو میں ہے اس پر ایک کتبہ میں لطف اللہ نے اپنے آپ کو ابن استاد احمدؒ معمار لکھا ہے (ملاحظہ ہو سید سلیمان مرحوم کا محولہ بالا مقالہ)

اس لئے ہماری دانست میں لفظ احمدؒ معمار سے پہلے جو جگہ خالی ہے اس میں دو اور الفاظ پور استاد یا ابن استاد کا اضافہ ہونا چاہئے تاکہ ایک تو خالی جگہ پُر ہو جائے اور دوسرے تاریخ تعمیر کے ساتھ لطف اللہ کی موجودگی کا تطابق ہو جائے۔ ہم مکمل عبارت اپنے حل میں پیش کریں گے۔ یہ

بات نگاہ میں رکھنی چاہیئے کہ لطف اللہ ۱۰۸۴ھ میں اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ حسن ابدال آیا اور مآثر عالمگیری اس کا ذکر کرتی ہے۔

اب اخیر میں ہم اپنا حل پیش کرتے ہیں جو ہم نے اپنے فوٹو گراف کی مدد سے نکالا ہے، خط کشیدہ الفاظ ہمارا اضافہ ہیں جو گذشتہ مستشرقین نے بیان نہیں کئے :۔

رشید (۱۹۵۶) RASHID

هو القادر

خان قوی پنجۂ مہابت شکوہ
شیر ز سر پنجۂ او ناتوان
در کتل مارگلہ آنکہ بود
باکرہ چرخ بریں تو امان
ساخت چناں راہ بروی شرف
کہ سر برد چرخ بر صد زمان
گشت مغل در پی تاریخ سال
ناصیہ ماہ وشش ہندوستان
(خالی سطر جہاں سے الفاظ گر چکے ہیں)
. . . .
باہتمام مولانا محمدؐ میاں و داروغہ شیخ [عبدالعزیز]
[دیوراستاد] احمدؐ معمار و جوگی داس . . . . .
. . . . . و دیالداس تحویلدار ۱۰۸۴ھ
مرمت شد

تزک بابری

از

(جناب محمد رحیم صاحب دہلوی)

(۷)

ملابنائی اور محمد صالح سے ملاقات — ملا بنائی اور محمد صالح کو میں نے وہیں خواجہ کے ہمراہ دیکھا۔ محمد صالح سے تو میں وہیں ایک دفعہ ملا ہوں لیکن ملا بنائی بعد میں مرے ہاں بہت عرصہ رہا۔

سمرقند سے ناکام واپسی — سلطان علی مرزا سے جو ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد سردیاں شروع ہوگئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سمرقند والے بھی کیل کانٹے سے درست بیٹھے تھے۔ اس لئے میں اندجان واپس آگیا اور سلطان علی مرزا بخارا چلا گیا۔

سمرقند کی بجائے دولھن مل گئی — سلطان مسعود مرزا عرصہ سے شیخ عبداللہ برلاس کی لڑکی پر شیدا تھا۔ ان دونوں کی شادی ہوگئی۔ اور وہ سمرقند کا خیال چھوڑ چھاڑ حصار چلا گیا۔ دراصل مسعود مرزا کے آنے کی غرض یہی تھی۔

مہدی اور حمزہ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا — مہدی سلطان شیراز اور کنبائی کے نواح سے بھاگ کر سمرقند گیا اور حمزہ سلطان نے رامین[1] کے مقام پر اجازت لی اور سمرقند چل دیا۔

سنہ ۹۰۲ھ[2] کے حالات

سمرقند پر سلطان علی کی فوج کا حملہ — ان ہی سردیوں میں بائسنغر مرزا کے حالات اچھی خاصی ترقی پر تھے۔ سلطان علی مرزا کی طرف سے جب عبدالکریم اشرت[3] اس نواح کو جھپٹنے آیا۔ تو مہدی سلطان، بائسنغر مرزا کی

[1] رامین لکھا ہے لیکن اگر یہ رامیتن ہے تو وہ بخارا کے قریب ایک گاؤں ہے [2] ستمبر ۱۴۹۶ء
[3] اشرب ہے توفین اور اس کی نواح۔

عمدہ فوج کو لے کر اسی وقت سمرقند سے نکلا اور فوراً اس کے سر پر جا دھمکا۔

مہدی سلطان نے میدان مارا

عبدالکریم اشرت اور مہدی سلطان کا آمنا سامنا ہوا۔ دونوں میں تلوار چلی۔ شمشیر زنی شروع ہوتے ہی عبدالکریم کا گھوڑا اسے لے کر گرا۔ اس نے اٹھنا چاہا۔ لیکن مہدی سلطان نے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا۔ کہ عبدالکریم کا پہنچا کٹ گیا۔ مہدی سلطان نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس کی فوج کو زبردست شکست دی۔

مہدی اور حمزہ وغیرہ نے شیبانی کی نوکری کرلی

ان سلاطین نے محسوس کیا کہ سمرقند کے حالات بگڑتے جا رہے ہیں اور مرزاؤں کی سرکاریں ڈگمگا رہی ہیں۔ اس لئے انھوں نے دوراندیشی کی اور سب شیبانی خاں کے پاس چلے گئے۔

سلطان علی اور بائسنغر میدان جنگ میں

سمرقند والوں کو جو ذرا سی کامیابی ہوئی تو وہ سلطان علی مرزا پر حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔ بائسنغر مرزا سرپل کے مقام پر پہنچا۔ اور سلطان علی مرزا خواجہ کارزون پہنچ گیا۔

ابوالمکارم وغیرہ کا بخارا پر حملہ

یہی موقعہ تھا کہ خواجہ ابوالمکارم اور اندجان کے امرا میں سے ویس لاغری[1]، محمد باقر، میر قاسم دولدائی اور بائسنغر مرزا کے خاص ملازمین میں سے ایک جماعت خواجہ مراد شتی کے کھبڑ کانے سے بخارا پر چڑھ دوڑی۔

وہ سب شہر کے قریب پہنچے تو بخارا والوں کو خبر ہوگئی اور یہ ناکام و نامراد واپس آئے۔

میں پھر سمرقند کی طرف چلا

میں اور سلطان علی مرزا جب آپس میں ملے تھے اس وقت یہ طے ہوا تھا کہ گرمی میں وہ بخارا سے اور میں اندجان سے پہنچوں گا اور ہم دونوں سمرقند کو گھیر لیں گے۔

اس وعدے کے سبب میں رمضان[2] میں اندجان سے چلا۔ ٹھنڈے پہاڑوں[3] کے قریب پہنچا تو خبر ملی کہ دونوں مرزا آمنے سامنے مقابلے پر پڑے ہیں۔ میں نے دو تین سو قزاق فوجیوں کے ساتھ تولون خواجہ مغل کو وہاں دھاوا بولنے بھیجا۔ وہ جیسے ہی قریب پہنچے۔ بائسنغر مرزا میرے آنے

---

[1] شیبنی [2] مئی ۱۴۹۶ء [3] یار یلاق

کی خبر سن کر بڑی پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں واپس چلا گیا۔

شیراز کی فتح | میری وہ فوج اسی رات کو ندلان سے چلی۔ بہت سے مخالفین کو تیروں سے چھیدا۔ بہت سے گرفتار کرلئے اور لوٹ کا بہت سامال لے کر واپس آئی۔ میں ایک دو دن بعد شیراز کے قلعہ پر پہنچا۔ قاسم دول دائی شیراز پر قابض تھا۔ شیراز کا داروغہ اسے بچانہ سکا اور میرے حوالے کردیا۔ میں نے شیراز ابراہیم سارو کو دے دیا۔

تنبل وغیرہ میرے ملازم ہوگئے | دوسرے دن میں عید کی نماز پڑھ کر سمر قند روانہ ہوا۔ اور میدان میں خیمے ڈیرے ڈال کر جا اُترا۔ اسی دن قاسم دول دائی، ویس لاغری، حسن نبیرہ، سلطان محمد تنبل اور سلطان محمد ویس نے تین چار سو آدمیوں کے ساتھ آکر ملازمت حاصل کی۔ کہنے لگے بائسنغر مرزا کے فرار ہوتے ہی ہم اس سے الگ ہوکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

لیکن معلوم یہ ہوا کہ یہ لوگ شیراز کو بچانے کا دعویٰ کر کے سلطان بائسنغر مرزا سے جدا ہوئے تھے۔ جب شیراز کا یہ حشر دیکھا تو عاجز ہونے کے بعد یہاں آگئے۔

مغلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروڈالا | میں جس وقت میدان میں جا اُترا۔ اس وقت ان مغلوں کو پکڑ لائے جنہوں نے خود سری سے ان بعض دیہات کو لوٹ لیا تھا جو رستے میں پڑے تھے۔ قاسم بیگ نے انتظام کے طور پر حکم دیا کہ ان میں سے دو تین کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالو۔

بعد میں قاسم بیگ کی جدائی کی وجہ | چار پانچ سال بعد جب مصیبت اور بے وطنی کا دور آیا اور میں مسیحا کے تعام سے خان کے پاس جانے لگا تو اسی واقعہ کے سبب قاسم بیگ کو مجھ سے جدا ہو کر حصار جانا پڑا۔

میرے صدر منصف کا انتقال | میدان سے چلے اور دریا سے اُتر کر بام کے قریب پہنچے۔

آج ہی بعض امراء بائسنغر مرزا کی فوج سے خیابان پر جا بھڑے۔ سلطان احمد تنبل کی گردن میں برچھا لگا۔ وہ بچ گیا۔ مگر خواجگی صدر منصف (خواجہ کلاں کے بڑے بھائی) کی گردن میں تیر لگا۔ وہ اسی وقت مرگیا۔

وہ بہت اچھا جوان تھا۔ میرے والد نے لطف و عنایت سے اس کو مہر دار کر دیا تھا۔ وہ صاحب علم

عمدہ فوج کو لے کر اسی وقت سمرقند سے نکلا اور فوراً اس کے سر پر جا دھمکا۔

مہدی سلطان نے میدان مارا

عبدالکریم اشرت اور مہدی سلطان کا آمنا سامنا ہوا - دونوں میں تلوار چلی۔ شمشیر زنی شروع ہوتے ہی عبدالکریم کا گھوڑا اسے لے کر گرا۔ اس نے اٹھنا چاہا۔ لیکن مہدی سلطان نے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا۔ کہ عبدالکریم کا پہنچا کٹ گیا۔ مہدی سلطان نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس کی فوج کو زبردست شکست دی۔

مہدی اور حمزہ وغیرہ نے شیبانی کی نوکری کر لی

ان سلاطین نے محسوس کیا کہ سمرقند کے حالات بگڑتے جا رہے ہیں اور مرزاؤں کی سرکاریں ڈگمگا رہی ہیں۔ اس لئے انھوں نے دوراندیشی کی اور سب شیبانی خاں[1] کے پاس چلے گئے۔

سلطان علی اور بائسنغر میدان جنگ میں

سمرقند والوں کو جو ذرا سی کامیابی ہوئی تو وہ سلطان علی مرزا پر حملے کی تیاریاں کرنے لگے[2] بائسنغر مرزا سرِ پل کے مقام پر پہنچا۔ اور سلطان علی مرزا خواجہ کارزون پہنچ گیا۔

ابوالمکارم وغیرہ کا بخارا پر حملہ

یہی موقعہ تھا کہ خواجہ ابوالمکارم اور اندجان کے امراء میں سے ویس لاغری، محمد باقر، میر قاسم دولدائی اور بائسنغر مرزا کے خاص ملازمین میں سے ایک جماعت خواجہ مراد شی کے کھڑکانے سے بخارا پر چڑھ دوڑی۔

وہ سب شہر کے قریب پہنچے تو بخارا والوں کو خبر ہو گئی اور یہ ناکام و نامراد واپس آئے۔

میں پھر سمرقند کی طرف چلا

میں اور سلطان علی مرزا جب آپس میں ملے تھے اس وقت یہ طے ہوا تھا کہ گرمی میں وہ بخارا سے اور میں اندجان سے پہنچوں گا اور ہم دونوں سمرقند کو گھیر لیں گے۔

اس وعدے کے سبب میں رمضان میں اندجان سے چلا۔ ٹھنڈے پہاڑوں[3] کے قریب پہنچا تو خبر ملی کہ دونوں مرزا آمنے سامنے مقابلے پر پڑے ہیں۔ میں نے دو تین سو قزاق فوجیوں کے ساتھ تولون خواجہ مغل کو وہاں دھاوا بولنے بھیجا۔ وہ جیسے ہی قریب پہنچے۔ بائسنغر مرزا میرے آنے

---

[1] شیبنی [2] مئی ۱۴۹٦ء [3] یار یلاق

کی خبر سن کر بڑی پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں واپس چلا گیا۔

شیراز کی فتح میری وہ فوج اسی رات کو ندلان سے چلی۔ بہت سے مخالفین کو تیروں سے چھیدا۔ بہت سے گرفتار کرلئے اور لوٹ کا بہت سامال لے کر واپس آئی۔ میں ایک دو دن بعد شیراز کے قلعہ پر پہنچا۔ قاسم دول دائی شیراز پر قابض تھا۔ شیراز کا داروغہ اسے بچا نہ سکا اور میرے حوالے کر دیا۔ میں نے شیراز ابراہیم سارو کو دے دیا۔

تنبل وغیرہ میرے ملازم ہوگئے دوسرے دن میں عید کی نماز پڑھ کر سمرقند روانہ ہوا۔ اور میدان میں خیمے ڈیرے ڈال کر جا اُترا۔ اسی دن قاسم دول دائی، ویس لاغری، حسن نبیرہ، سلطان محمد تنبل اور سلطان محمد ویس نے تین چار سو آدمیوں کے ساتھ آکر ملازمت حاصل کی۔ کہنے لگے بائسنغر مرزا کے فرار ہوتے ہی ہم اس سے الگ ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

لیکن معلوم یہ ہوا کہ یہ لوگ شیراز کو بچانے کا دعویٰ کر کے سلطان بائسنغر مرزا سے جدا ہوئے تھے۔ جب شیراز کا یہ حشر دیکھا تو عاجز ہونے کے بعد یہاں آگئے۔

مغلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروڈالا میں جس وقت میدان میں جا اُترا۔ اس وقت ان مغلوں کو پکڑ لائے جنہوں نے خودسری سے ان بعض دیہات کو لوٹ لیا تھا جو رستے میں پڑے تھے قاسم بیگ نے انتظام کے طور پر حکم دیا کہ ان میں سے دو تین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

بعد میں قاسم بیگ کی جدائی کی وجہ چار پانچ سال بعد جب مصیبت اور بے وطنی کا دور آیا اور میں مسیحا کے تعاقب سے خان کے پاس جانے لگا تو اسی واقعہ کے سبب قاسم بیگ کو مجھ سے جدا ہو کر حصار جانا پڑا۔

میرے صدر منصف کا انتقال میدان سے چلے اور دریا سے اُتر کر یام کے قریب پہنچے۔

آج ہی بعض امراء بائسنغر مرزا کی فوج سے خیابان پر جا بھڑے۔ سلطان احمد تنبل کی گردن میں برچھا لگا۔ وہ بچ گیا۔ مگر خواجگی صدر منصف (خواجہ کلاں کے بڑے بھائی) کی گردن میں تیر لگا۔ وہ اسی وقت مر گیا۔

وہ بہت اچھا جوان تھا۔ میرے والد نے لطف وعنایت سے اس کو مہر دار کر دیا تھا وہ صاحب علم

آدمی تھا۔ لغت خوب جانتا تھا، اچھا انشاء پرداز اور اچھا میر شکار تھا۔

میں نے لوٹا ہوا مال واپس دلایا

ہم جب بام کے نواح میں تھے۔ تو شہر کے بہت سے دوکاندار اور ان کے ساتھ ساتھ اور بہت سے لوگ لشکر کے بازار میں آکر سودا سلف فروخت کرنے لگے۔ ایک روز ظہر کے وقت ایکا ایکی شور و غل مچا اور وہ سب مسلمان لٹ گئے۔

میرے لشکر کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ میں نے جو حکم دیا کہ کوئی بھی ان لوگوں کا مال و اسباب اپنے پاس نہ رکھے سب واپس دے دیا جائے تو دوسرے ہی روز پہر دن چڑھنے سے پہلے دھاگے کا ٹکڑا اور ٹوٹی ہوئی سوئی تک لشکر والوں کے پاس نہ رہی۔ سارا مال مالکوں کو مل گیا۔

من چلوں کے معرکے

وہاں سے چل کر ہم سمرقند کے مشرق کی طرف یورت خان[1] میں جا اترے۔ سمرقند سے اس جگہ کا فاصلہ تقریباً تین کوس ہے۔ وہاں ہم ڈیڑھ پونے دو مہینے ٹھیرے۔ اتنے عرصے میں اندر باہر کی فوج کے من چلوں میں خیاباں کے مقام پر خوب لڑائیاں ہوئیں۔

چہرہ پر تلوار کا گھاؤ

خیاباں میں ایک دفعہ ابراہیم بیگ چک نے حملہ کیا۔ اس کے چہرہ پر تلوار کا زخم لگا۔ اس کے بعد ہی سے اس کو ابراہیم چاپق[2] کہنے لگے۔

آدھی گردن کٹ گئی

دوسری دفعہ وہیں پل مغاک[3] پر ابوالقاسم کوہ بر[4] جا لڑا اور اس نے بیازی کے خوب ہاتھ نکالے۔

پھر ایک مرتبہ وہیں برناؤ[5] کے قریب مختصر سی لڑائی ہوئی۔ میر شاہ قوچین نے بیازی کے ہاتھ نکالے۔ میر شاہ قوچین کے ایسی تلوار لگی کہ آدھی گردن کٹ گئی۔ لیکن شہ رگ بچ گئی۔

ہمیں فریب دیا گیا

اسی دوران میں جب کہ ہم یورت خان میں تھے۔ سمرقند والوں نے ایک آدمی بھیجا۔ اور دھوکہ دینے کے لئے درخواست کی کہ غار عاشقاں کی طرف آیئے تو ہم قلعہ حوالہ کردیں۔

رات کو اسی وجہ سے ہم لوگ پل مغاک پر پہنچے۔ چیدہ سواروں کا ایک دستہ اور تھوڑے سے

---

[1] خان کا مکان یا خان کی چوکی [2] چاپق یعنی چرا ہوا چہرہ [3] پل مغاک، دریائے مغاک کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ وہ دریا سمرقند کے مشرق کی طرف بہتا ہے [4] کوہ بر [5] ترناؤ۔

پیدل غارِ عاشقاں پر بھیجے گئے۔ سمرقند والوں نے پانچ چار پیدلوں ہی کو پکڑا تھا کہ لوگ ہوشیار ہو گئے۔ یہ بہت بہادر سپاہی تھے۔ ان میں سے ایک کا نام حاجی تھا۔ وہ میرے بچپن سے میرے پاس رہتا تھا۔ دوسرا محمود کوہ برسنگ تھا۔ ان سب کو مار ڈالا۔

میرے لشکر میں سمرقند کی جھلک | جس زمانے میں ہم اسی چوکی میں تھے۔ سمرقند سے وہاں کے باشندے اور تاجر اس قدر آتے کہ لشکر شہر دکھائی دیتا۔ شہر سے جو چیز لینی ہو وہ لشکر میں لے لو۔

میرے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ | اسی دوران میں سمرقند کے علاوہ اور قلعوں، پہاڑوں اور جنگلوں کے رہنے والے ہمارے پاس آ گئے۔ پہاڑ کے دامن میں ارکت والوں نے اپنے قلعہ کو بہت مضبوط کر لیا۔ ہم اپنی چوکی سے ارکت پر قبضہ کرنے گئے۔ وہ لوگ ہم سے مقابلہ نہ کر سکے۔ خواجہ قاضی کی معرفت حاضر ہوئے۔ میں نے ان کی خطا معاف کی پھر سمرقند گھیرنے چلا آیا۔

۹۰۳ھ کے حالات

پھر سمرقند کی طرف | باغ میدان کے پیچھے قلبہ کے سبزہ زار میں جا کر اُترے۔ سمرقندیوں میں سے بہت سے سپاہی اور شہریوں نے محمد حبیب کے پل کے قریب جمع ہو کر ہم پر حملہ کیا۔ ہماری فوج تیار نہ تھی اس کے درست ہوتے ہوتے وہ سلطان علی اور بابا قلی کو پکڑ کر قلعے میں لے گئے۔

یوسف بیگ کی حاضری | چند دن بعد ہم وہاں سے ہٹ کر قلبہ کے قریب کوہک پہاڑ پر جا ٹھہرے اسی روز سید یوسف بیگ سمرقند سے نکل کر آیا اور وہیں میری ملازمت میں حاضر ہوا۔

دشمن کی یورش | میں جو اس پڑاؤ سے اس پڑاؤ پر آیا تو سمرقند والوں نے سوچا کہ میں واپس چلا گیا۔ تمام سپاہی اور شہری مرزا کے پل تک اور شیخ زادہ دروازے سے محمد حبیب کے پل تک آن چڑھے۔

دشمن کی شکست | میں نے حکم دیا کہ جتنی فوج موجود ہے وہ تیار ہو جائے۔ اسی فوج نے مرزا کے پل اور محمد حبیب کے پل پر دو طرف سے حملہ کیا۔ خدا نے مری تجویز کو پروان چڑھایا۔ دشمن کو ہار ہوئی، اس کے اچھے اچھے سردار اور سپاہی پکڑے گئے ان میں محمد مسکین، حافظ دول دائی جس کی کلمے کی انگلی تلوار سے کٹ گئی تھی۔ اور محمد قاسم نبیر (حسین نبیر کا چھوٹا بھائی) تھا۔

ادنی لوگوں میں دیوانہ جامہ باف اور کل تاشق (جو پتھروں سے لڑنے والوں کے سرغنہ اور زبردست غنڈے تھے) پکڑے گئے۔ ان میں ایسے بہت سے سپاہی اور شہری بھی تھے جو جانے پہچانے تھے۔
سمرقندیوں کو یہ ایسی زبردست شکست ہوئی کہ شہر سے ان کا نکلنا بند ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہمارے آدمی خندق تک جانے لگے اور بہت سے لونڈی غلام پکڑ کر لانے لگے۔

سردی کا خیر مقدم | آفتاب برج میزان میں آیا۔ اور سردیاں شروع ہوگئیں۔ امراء اور مشیر جو تھے ان کی صلاح سے یہ تجویز طے ہوئی کہ شہری عاجز آ چکے ہیں۔ خدا نے چاہا تو آج ہی کل میں ہم شہر پر قبضہ کرلیں گے۔ لیکن سردیوں میں تکلیف نہ ہو اس لئے شہر کے قریب سے ہٹ کر کسی قلعے میں ٹھہرنا چاہیئے۔ تاکہ سردی کا موسم وہاں گذارا جاسکے۔ ہمیں واپس بھی جانا ہوگا تو وہاں سے بے فکر چلے جائیں گے۔
سردیاں گذارنے کے لئے خواجہ دیدار کا قلعہ مناسب معلوم ہوا۔ یہاں سے ہٹ کر خواجہ دیدار کے قلعے کے سامنے سبزہ زار میں جا ٹھیرے۔ قلعے میں مکانات کی تعمیر کے لئے جگہیں تجویز ہوئیں، راج مزدور اور منتظم مقرر کئے اور ہم چھاؤنی میں آ گئے۔ قلعے میں مکانات بننے تک ہمارا پڑاؤ سبزہ زار ہی میں رہا۔

شیبانی خاں کی آمد | اسی دوران میں بائسنغر مرزا نے شیبانی خاں کے پاس ترکستان آدمی پر آدمی بھیجے اور اپنی مدد کے لئے اس کو بلایا۔ قلعے کے مکانات کی تعمیر مکمل ہوئی تھی اور ان میں گئے ہی تھے کہ دوسرے روز صبح کے وقت شیبانی خاں مارا مار ترکستان سے آیا۔ اور ہمارے پڑاؤ میں آن اُترا۔
ہمارا لشکر تتر بتر تھا۔ جاڑا گذارنے کے لئے کچھ لوگ رباط خواجہ میں کچھ کاندار میں اور کچھ شیراز گئے ہوئے تھے۔ جتنی فوج موجود تھی اسی کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ شیبانی خاں ہمارا مقابلہ نہ کرسکا سمرقند چلا گیا۔ اور شہر کے قریب جا اُترا۔
بائسنغر مرزا کا مقصد پورا نہ ہوا۔ اس لئے اس میں اور شیبانی خاں میں گاڑھی نہ چھن سکی۔ شیبانی خاں چند دن ٹھیرا بھی مگر کوئی کام نہ بنا۔ اس لئے مایوس ہو کر ترکستان چلا گیا۔

بائسنغر کا فرار | بائسنغر مرزا نے سات مہینے محاصرے کی تکلیف اٹھائی۔ اس کو صرف شیبانی خاں